ترکستان میں اسلامی عظمت کے نقوش

مترجم: پروفیسر سید احتشام احمد ندوی

بیسویں صدی عیسوی کے ربع اول میں اشتراکیت کے غلبہ وتسلّط کے نتیجے میں قریب کے کئی ایک ممالک سوویت یونین کا حصہ بن گئے۔ تقریباً پون صدی تک وہاں کے مسلمانوں پر بدترین مظالم ڈھائے گئے۔ بڑے پیمانے پر ان کا قتلِ عام کیا گیا، مسجدیں، مدرسے اور اسلامی ادارے مقفّل کردیے گئے اور مذہبی شعائر کی ادائیگی پر پابندی عائد کردی گئی، لیکن مسلمانوں کو اشتراکیت میں جذب کرنا ممکن نہ ہوسکا اور وہ اپنے دین و مذہب سے چمٹے رہے۔ آہستہ آہستہ ان میں بیداری پیدا ہوئی، جس کے نتیجے میں بعض ممالک کو آزادی نصیب ہوئی اور بعض آزادی کے لیے جدو جہد کررہے ہیں۔

سوویت یونین کے مسلمانوں کے حالات پر الگزینڈر بینغسن نے ایک تحقیقی کتاب لکھی تھی، جس کا عربی ترجمہ ۱۹۸۹ء میں ڈاکٹر عبدالقادر ضللی نے کیا تھا۔ زیرنظر مضمون میں اسی کتاب سے ترجمہ وتلخیص کرکے سوویت یونین سے آزاد ہونے والی مسلم جمہوریتوں کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے۔ جو اعداد وشمار یہاں پیش کیے گئے ہیں وہ اگرچہ تقریباً پچیس (۲۵) سال پرانے ہیں، لیکن پھر بھی ان سے ان فراموش کردہ مسلمانوں کے احوال کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ (رضی الاسلام)

روس ایک اوسط درجہ کا ملک تھا، مگر اس نے دوسرے پڑوسی اسلامی وغیر اسلامی ممالک پر قبضہ کرنا شروع کردیا، یہاں تک کہ اس کا رقبہ اس کی اصل حدود سے پندرہ (۱۵) گنا بڑھ گیا اور وہ بحر اسود، بالیسٹک اور بحر الکاہل تک پہنچ گیا۔ اس میں جو عیسائی ممالک شامل کیے گئے تھے وہ چند ہی ہیں، ان کی اہمیت بھی نہیں اور اب وہ سب آزاد ہوچکے ہیں۔ اس کے مقابلے میں جو اسلامی ترکستانی ممالک روس کے زیر قبضہ آئے ان کا رقبہ پورے یورپ کے رقبہ، بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اس میں بڑے بڑے علاقے شامل ہیں، مثلاً اورال،

استرخان، سیبیریا (سائبریا) قرم، قوقاز اور مشرقی ترکستان وغیرہ۔ روس گذشتہ ڈیڑھ سو برس میں پورے ترکستان پر قابض ہوگیا۔ پوری کی پوری آبادی قتل کردی گئی۔ بہ حیثیت مجموعی چھ (٦) ملین ترکستانی مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔

اس زمانہ میں عرب اور اسلامی مملکتیں یورپ کے استعمار سے خود اپنے وطن میں برسرِ پیکار تھیں، اس لیے انھیں روسیوں کے قبضہ اور مظالم کا پورا احساس نہ ہوسکا۔ روس اور مسلمانوں کے درمیان کش مکش تقریباً دوصدیوں تک ہوتی رہی۔ اہلِ چیچنیا اور خاص طور پر شیخ شامل نے زبردست جہاد کیا اور دادِ شجاعت دی۔ اگر یہ لوگ جہاد نہ کرتے تو ترکی، ایران اور دوسرے ممالک بھی روس سے محفوظ نہ رہ پاتے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: **الاسلام فی وجه الزحف الأحمر**، شیخ محمد الغزالی)۔

اس مقالہ میں ان چھ ممالک کا ذکر کیا گیا ہے جو پہلے روس کے زیرِ قبضہ تھے، لیکن اب دنیا کے نقشے پر آزاد ممالک کی حیثیت سے موجود ہیں۔ وہ یہ ہیں: (۱) آذربیجان (۲) ازبکستان (۳) قزاقستان (۴) تاجکستان (۵) قرغستان (٦) ترکمانستان۔

ان ممالک میں مسلمانوں کے حالات پر الگزینڈر بینیگسن نے بہت عمدہ، معیاری اور تحقیقی کتاب تیار کی ہے۔ اس کا عربی ترجمہ ڈاکٹر عبدالقادر ضللی نے '**المسلمون المنسیون فی الاتحاد السوفیتی**' کے نام سے کیا ہے اور وہ ۱۹۸۹ء میں دارالفکر المعاصر بیروت سے شائع ہوا ہے۔ ذیل میں اس کتاب کی روشنی میں ان ممالک کے مسلمانوں کے ماضی وحال کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) جمہوریۂ آذربیجان

جمہوریۂ آذربیجان روس کے تحت ۲۸/ اپریل ۱۹۲۰ء کو وجود میں آیا۔ اس میں جارجیا اور آرمینیا کو بھی شامل کرلیا گیا۔ پھر ان تین علاقوں کو الگ الگ ملک میں تقسیم کردیا گیا۔ اس ملک کا رقبہ چھیاسی ہزار چھ سو (۸٦،٦۰۰) کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے، جس کا نصف حصہ پہاڑی ہے۔ یہاں کی آبادی ۱۹۷۹ء کی مردم شماری کے لحاظ سے بتیس (۳۲) لاکھ تھی۔ نصف تعداد دیہاتوں میں اور نصف شہروں میں رہتی ہے۔ اس ملک میں صنعتیں بہت ہیں۔ اصل

باشندے محنت کش ہیں۔اس ملک کا پایۂ تخت باکو ہے۔

آذری لوگ چھیاسی (۸۶) فی صد آذربیجان میں رہتے ہیں۔ یہ ترکی النسل ہیں، جو ہجرت بہت کم کرتے ہیں، صرف تین فی صد آذری ملک سے باہر ہیں۔ یہاں قلیل تعداد میں غیر مسلم بھی موجود ہیں۔

آذری لوگوں کی تہذیب قدیم ہے۔ان کے قبائل بدوی ہیں۔انھوں نے اپنے قبائلی امتیازات کو قائم رکھا ہے۔جنوب کے لوگ ایرانی بولتے ہیں۔ ہر علاقہ کی اپنی خصوصیات ہیں۔

آذری زبان ترکمانی زبان سے قریب ہے۔ یہ زبان چودھویں صدی سے ترقی کرنے لگی، حتی کہ بیسویں صدی تک پہنچتے پہنچتے اس میں اعلیٰ ادب پیدا ہوگیا۔

اشترا کی انقلاب آیا تو روسیوں نے آذری زبان کو پھیلایا اور داغستان میں بھی اس کو رائج کیا، یہاں تک کہ وہ وہاں کے اسکولوں میں پڑھائی جانے لگی۔عربی زبان پر پابندی عائد کردی گئی ،لیکن چونکہ آذری زبان ترکی سے تعلق رکھتی ہے اور روس کو یہ تعلق پسند نہیں تھا، اس لیے بالآخر آذری زبان کو بھی داغستانی اسکولوں سے نکال دیا گیا۔اس ملک کے ستانوے (۹۷) فی صد لوگ آذری زبان بولتے ہیں، جب کہ روسی زبان بولنے والے دو فی صد سے کم ہیں۔

عربوں نے آذربیجان کو ساتویں صدی عیسوی کے نصف میں فتح کیا تھا۔لیکن اس ملک میں اصلی مسیحی باشندے بھی باقی رہ گئے اور کچھ یہودی بھی۔مسلمانوں میں پچہتر (۷۵) فی صد آبادی شیعہ ہے اور سنی صرف پچیس (۲۵) فی صد ہیں۔تھوڑے سے بہائی لوگ بھی رہتے ہیں۔جنوبی علاقے میں ایران کی سرحد تک شیعہ آبادی پھیلی ہوئی ہے۔اشتراکی انقلاب سے پہلے اس ملک میں دو ہزار جامع مسجد اور سات سو چھیاسی (۷۸۶) مدارس موجود تھے،لیکن اب نوسوانہتر (۹۶۹) مساجد شیعوں کے لیے اور پچاس مساجد سنیوں کے لیے کھلی ہوئی ہیں۔

مذہبی مشیخیت شیعہ اور سنیوں کے لیے الگ الگ ہے۔شیعہ شیخ الاسلام پورے روس میں شیعوں کے مذہبی معاملات کو دیکھتا ہے۔ان میں آذری بھی ہیں،قرد بھی اور وسط ایشیا کے لوگ بھی۔سنّی شیخ الاسلام قوقاز، ترک اور قرد کے معاملات کو دیکھتا ہے۔مساجد میں امام کبھی شیعہ ہوتا ہے اور کبھی سنی۔ یہ آذربیجان میں نئی چیز ہے۔

اشترا کی نظام نے مسلمانوں پر بڑے مظالم ڈھائے تھے۔ چند مدارس اور مساجد کو اس لیے کھلا چھوڑ دیا تھا، تاکہ غیر ملکی زائرین کو انہیں دکھایا جاسکے۔

شیعہ مسلک میں امام حسینؓ پر گریہ اور نوحہ کیا جاتا ہے، اس لیے عوام میں نوحہ کرنے کا احساس غالب ہے اور ان کے اندر مذہبی جذبات زیادہ پائے جاتے ہیں۔

جو صوفیہ ان علاقوں میں موجود ہیں وہ روسی عناصر سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ دیہاتوں کی بہ نسبت شہروں میں شیعی مذہبی جذبات زیادہ قوی ہیں۔ ملک میں شیعہ وسنی اتحاد پایا جاتا ہے۔ عاشوراء اور دوسرے شیعی جلسوں میں سنی کثرت سے شریک ہوتے ہیں۔ شمالی آذربیجان میں سنی مسلمانوں کی اکثریت ہے، مگر شیعہ اور سنی آپس میں شادیاں نہیں کرتے یا بہت کم کرتے ہیں۔

یہاں کے باشندے ترکی النسل ہونے کی وجہ سے ترکی قومیت سے متاثر ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ طاقت ور ترکی ان کی مدد کرسکتا ہے۔ تعلیم یافتہ لوگوں میں ترکی سے محبت عام ہے۔ آذربیجان کے لوگوں میں آرمینیا اور روس سے دشمنی کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ روس نے آرمینیا اور جارجیا کو آذربیجان میں ضم کردیا تھا، لیکن آزادی کے بعد یہ تینوں علاقے الگ الگ ملک بن چکے ہیں۔

آرمینیوں اور مسلمانوں میں بڑے بڑے بلوے اور فسادات ہوئے ہیں۔ ان میں روس بلکہ پورے یورپ نے کھل کر روس کا ساتھ دیا ہے۔ مسلمانوں کی تعداد اس علاقہ میں معتد بہ ہے۔ یہی چیز آرمینیوں کو کھٹکتی ہے اور وہ ان کا صفایا کردینا چاہتے ہیں۔

(۲) جمہوریۂ ازبکستان

جمہوریۂ ازبکستان کی تاسیس اشترا کی انقلاب سے پہلے ۱۹۲۴ء میں ہوئی۔ اشترا کی انقلاب کے بعد یہ ملک روس کے تابع ہوگیا اور اس کا نام 'اشترا کی سوویت ازبکستان' ہوگیا۔ ۲۷/جنوری ۱۹۲۴ء کو ازبکستان میں خوارزم اور بخارا کو شامل کردیا گیا۔ ازبکستان کا پایۂ تخت تاشقند ہے۔ ۱۹۷۹ء کی مردم شماری کے لحاظ سے اس ملک کی آبادی ستر لاکھ پچاسی ہزار (۷۰،۸۵،۰۰۰) ہے۔ تاشقند سویت یونین کا چوتھا شہر تھا۔ اس کی آدھی آبادی روسی ہے۔

ازبکستان ترکی ہیں۔مختلف ملکوں میں ازبکوں کی تعداد ڈیڑھ کروڑ ہے۔ پندرہ لاکھ ازبک افغانستان میں رہتے ہیں۔اس جمہوریہ میں مسلم آبادی کی اکثریت ہے۔ان کی تعداد اڑسٹھ (۶۸) فی صد ہے۔ ۱۹۷۹ء میں ازبک لوگوں نے اعلان کیا کہ اس ملک کے اٹھانوے (۹۸) فی صد لوگ ازبک زبان بولتے ہیں، یعنی ان کی مادری زبان ازبک ہے۔ترکستان کے ملکوں میں ازبکستان ترکی کے بعد سب سے بڑا ملک ہے۔

ازبک قبیلہ آج بہت ترقی پر ہے اور ان کی تعداد تمام قبائل سے زیادہ ہے۔ان کی زبان ازبک ہے اور ان کے خصائص ان کی اجتماعی زندگی سے واضح ہیں۔ازبک معاشرہ تین ممتاز عناصر پر مبنی ہے:

(۱) وادیٔ فرغانہ، خوارزم اور وادیٔ انغرن میں اصلی قدیم ازبک تہذیب پوری طرح سے جلوہ گر ہے۔بعض علاقوں میں ازبک لوگ تاجکی اور ترکی زبانیں بولتے ہیں۔ازبک قبیلہ کے لوگ مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں،لیکن ازبکستان میں اصل آبادی ان ہی کی ہے۔

(۲) ترکی اور منگول قبائل کے لوگ گیارہویں اور پندرہویں صدی عیسوی کے درمیان وسط ایشیا میں بس گئے تھے۔یہ لوگ اپنی شناخت قائم رکھے ہوئے ہیں۔

(۳) ترک اور منگول قبائل کی نسلیں وسط ایشیا میں موجود ہیں۔یہ شیبانی قبائل سے پہلے کی بات ہے۔شیبانی قبائل سولہویں صدی میں،محمد شیبانی خاں کی سرداری میں یہاں آ کر بس گئے تھے۔یہ ازبک لوگ اپنے ازبک شِعار کو محفوظ رکھتے تھے۔وہ نسلاً منگولوں اور قازاخ سے قریب تر تھے۔جنوبی ازبکستان میں لوقائی قبیلہ آباد ہے۔یہ بھی ازبک ہے۔چار پانچ قبیلے اور ہیں، جو ازبک کہلاتے ہیں۔یہ سب قبیلے آپس میں تعلق رکھتے ہیں اور ان کی طبیعت میں بدویت نمایاں ہے۔یہ لوگ وادیٔ انغرن میں آباد ہیں۔ازبک زبان دو عوامی لہجوں پر منحصر ہے:

(۱) وہ ازبکی لہجہ جو طاشقند، سمرقند، بخارا، اندیجان، قوقند اور قرشی وغیرہ میں بولا جاتا ہے۔

(۲) وہ عوامی لہجہ جو قزاقستان، سیر، داریا اور جنوبی علاقوں میں بولا جاتا ہے۔

ازبکی زبان ۱۹۲۳ء تک عربی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی۔اس پر ایران کے اثرات

بھی غالب تھے۔شہری زبان الگ تھی اور دیہاتی زبان الگ ۔اشترا کی انقلاب کے بعد ازبکی زبان لاطینی رسم الخط میں لکھی جانے لگی، کیوں کہ روسیوں نے عربی رسم الخط کو بدل کر روسی رسم الخط اختیار کرنے پر مجبور کردیا تھا۔

تاریخِ اسلام میں ازبکستان کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس علاقہ میں بڑے بڑے مسلم ادارے قائم ہوئے ۔ ان میں ایک 'مدرسۂ میر عرب' ہے، جو بخارا میں قائم ہے، دوسرا مدرسہ امام بخاری کے نام سے طاشقند میں قائم ہے ۔ ازبکستان میں بہت سی جامع مساجد تھیں ۔ تاشقند میں مفتی ضیاء الدین بابا خانوف رہتے تھے ۔ یہ تمام سوویت مسلمانوں کے امیر تھے۔ تاشقند، سمرقند یا بخارا میں بڑی بڑی اسلامی کانفرنسیں منعقد ہوتی تھیں ۔سو (۱۰۰) جامع مساجد پورے ملک میں کھلی ہوئی تھیں ۔ تین بخارا میں، تین سمرقند میں اور بقیہ فرغانہ، سیر اور داریا وغیرہ میں تھیں ۔ ہر بڑے شہر میں ایک جامع مسجد کھلی ہوئی تھی ۔اس کے علاوہ ہر محلہ میں ایک مسجد تھی اوراس میں ایک امام رہتا تھا۔ یہ حالات ازبکستان کے آزاد ہونے سے قبل کے ہیں ۔

یہ ترکستانی علاقے صدیوں سے تصوف کا مرکز رہے ہیں۔ یہاں تصوف کے تمام سلاسل، بلکہ ان کے مراکز موجود تھے ۔ ان میں نقشبندی سلسلہ سب سے اہم ہے، جس کا مرکز بخارا ہے اور اس سلسلہ کے مریدین پورے ازبکستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سلسلۂ کبراوی کا مرکز خوارزم ہے۔ اس کے مریدین مختلف ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں، خاص طور سے قرہ، قلبق اور ترکمانستان میں ۔

البزاویہ سلسلہ کے مریدین قزاقستان، ازبکستان (شمالی) اور وادیٔ فرغانہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دریہ سلسلہ کے مریدین بھی پورے ازبکستان میں پھیلے ہوئے ہیں اوران کا روحانی مرکز تاشقند میں قائم ہے۔

دو مراکزِ تصوف کام کرتے ہیں : ایک مرکز قبرِ خواجہ احرار ہے ۔ وہ نقشبندی ولی ہیں۔ دوسرا مرکز امام بخاری کی قبر ہے۔قلندر یہ سلسلہ کے مریدین بھی پورے ازبکستان میں پائے جاتے ہیں۔

بہت سی مذہبی زیارت گاہوں کو خروشچوف کے دورِ حکومت میں میوزیم بنا دیا گیا تھا۔

اس لیے کہ حکومت اسلام دشمن تھی۔ پھر بھی لوگ زیارت کو جاتے رہے۔ جیسے بخارا میں بہاء الدین نقشبند کی قبر پر لوگ کثرت سے جاتے ہیں، جو نقشبندیہ سلسلہ کے بانی ہیں۔

تصوف کے اثرات ترکستانی معاشرہ میں پوری طرح پھیلے ہوئے ہیں اور پیری مریدی کا سلسلہ جاری ہے۔ ازبکستان ایسا ملک ہے جہاں مذہبی شعار کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ یہ لوگ ختنہ کا اہتمام کرتے ہیں، شادیاں مذہبی رسم و رواج کے مطابق ہوتی ہیں۔

روس کے سرخ دورِ حکومت میں اہلِ اسلام کے خلاف ازبکستان میں زبردست حملے کیے گئے ۔ اشتراکی حکومت نے ۱۹۱۸ء سے ۱۹۷۵ء کے دوران ایک سو ستّر (۱۷۷) کتابیں اور رسالے اسلام کے خلاف شائع کیے اور اسلام کے خلاف بڑا محاذ کھولا، لیکن آزادی کے بعد صورتِ حال بدل چکی ہے۔

(۳) جمہوریہ قزاقستان

اشتراکی جمہوریہ قزاقستان پانچ دسمبر ۱۹۳۶ء میں وجود میں آئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ترک ملکوں میں روسی نظام میں کافی تبدیلیاں ہوئیں، کئی علاقہ ملائے گئے۔ یہاں تک کہ ملک کی موجودہ شکل سامنے آئی۔ ۱۹۲۹ء سے اس کا پایۂ تخت 'الما آتا' قرار پایا۔ یہ ملک ستائیس لاکھ سترہ ہزار تین سو (۲۷،۱۷،۳۰۰) کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔

اس جمہوریہ کی آبادی ایک کروڑ چھیالیس لاکھ چوہتر ہزار (۱،۴۶،۷۴،۰۰۰) ہے، جن میں چوّن (۵۴) فی صد لوگ شہروں میں اور چھیالیس (۴۶) فی صد لوگ دیہاتوں میں مقیم ہیں۔ ۱۹۷۹ء کی مردم شماری کے لحاظ سے اس ملک میں قبائل کا تناسب درج ذیل ہے:

(۱) قزاق چھتیس (۳۶) فی صد ہیں (۲) تتار دو فی صد (۳) ازبک ایک فی صد۔ (۴) روسی چار فی صد۔ ان کے علاوہ دوسرے قبائل بھی تھوڑی تعداد میں ہیں۔ اس ملک کے اصلی باشندے قزاق ہیں، جو مسلمان ہیں۔ وہ اب اپنے وطن کی طرف لوٹنے لگے ہیں، یہاں تک کہ ملک کے بہت سے علاقوں میں وہ اکثریت میں ہوگئے ہیں۔

قزاق مسلمان چینی ترکستان میں بھی رہتے ہیں۔ (۱۹۵۳ء کی مردم شماری کے لحاظ سے) ان کی تعداد پانچ لاکھ پچاس ہزار (۵،۵۰،۰۰۰) ہے۔ چالیس (۴۰) ہزار قزاقی مسلمان

منگولیا میں بھی مقیم ہیں۔

قزاقی مسلمان سوویت یونین کے حملہ سے پہلے بدوی زندگی گزارتے تھے۔ پھر وہ شہروں میں آ گئے۔ دسویں اور گیارہویں صدی عیسوی میں ترکی قبائل آ کر اس علاقہ میں بس گئے، پھر منگول بھی آئے۔ ان قبائل کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی میں قزاق تین بڑے قبائل میں بٹ گئے۔ بڑا قبیلہ قزاقستان کے مشرق اور جنوب میں آباد ہوا۔ یہ قبیلہ انیسویں صدی عیسوی میں روس کے قبضہ میں آ گیا۔ درمیانی قبیلہ پانچ ذیلی قبائل کا مجموعہ ہے۔ یہ لوگ قزاقستان کے وسطی اور شمالی علاقہ میں آباد ہیں۔ تیسرا قبیلہ تین ذیلی قبائل پر مشتمل ہے۔ یہ لوگ قزاقستان کے مغرب میں قیام پذیر ہیں۔

قزاقی زبان ترکی کی ایک زبان کیشا کیہ سے نکلی ہے۔ اس کی ادبی شکل انیسویں صدی میں ظاہر ہوئی اور اس میں اچھا ادب پیدا ہوا۔ یہ ایسی ترکی زبان ہے جس پر روس کے اثرات کم سے کم پڑے ہیں۔ ۱۹۵۹ء سے قزاق لوگ اس زبان کو مادری زبان کی حیثیت سے استعمال کرنے لگے۔ اپنے گھروں میں اٹھانوے (۹۸) فی صد لوگ یہی زبان بولتے ہیں۔ اس پر روسی زبان کا اثر ازبک زبان کے مقابلہ میں کم پڑا۔

قزاقستان میں اسلام نویں صدی عیسوی میں آیا۔ خاص طور سے قزبل، اوردا، جمول اور تشیم کنت کے علاقوں میں پھیلا۔ پھر بارہویں، پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی میں اس کی مزید اشاعت ہوئی۔ روسی غلبہ کے بعد بھی اسلام برابر پھیلتا رہا۔ انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں اشاعتِ اسلام کی تیسری لہر اٹھی اور خاص طور سے ملک کے جنوبی حصے میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ اس سلسلے میں تتار مبلغین اور تجّار نے اہم خدمات انجام دیں۔ یہ لوگ بخارا اور قوقند سے آئے تھے۔ انھوں نے بڑی تعداد میں مدارس کھولے اور مساجد بنائیں۔

روسی اشتراکی غلبہ کے بعد قزاقستان کے مسلمانوں پر بڑے بڑے ظلم ڈھائے گئے۔ ان کے خلاف روسی فوج بھیج دی گئی اور ان بدوی دین دار قزاقی مسلمانوں کو جانوروں کی طرح ذبح کیا گیا۔

اس ذیل میں دو (۲) واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۹۱۶ء میں قزاقی بدوی قبائل نے مجتمع ہوکر روس کے خلاف بغاوت کی۔ روسی فوج نے انھیں بری طرح تہہ تیغ کیا۔ روسی اشتراکی فوج کے اندر اشتراکیت کا جوش تھا، ادھر قزاقی قبائل میں اسلامی حمیت موجود تھی۔ یہ بدوی قبائل بھلا روسی فوج کا کیا مقابلہ کر پاتے، چنانچہ بڑی بے دردی سے مار ڈالے گئے۔

دوسرا واقعہ بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں پیش آیا۔ روسی عیسائیوں کو روس نے مختلف مقامات سے لاکر قزاقستان کے شہروں میں بسانا شروع کردیا۔ آبادی کا تناسب بگڑ جانے سے قحط پڑ گیا اور ایک تہائی قزاق آبادی موت کے گھاٹ اتر گئی۔

دوسری عالمی جنگ کے دوران تصوف کا قادری اور نقش بندی سلسلہ جنوبی قزاقستان پہنچا اور وہاں خوب پھلا پھولا۔

قزاقستان کے لوگوں میں قومی اور قبائلی احساسات تین سطحوں پر ظاہر ہوئے۔ سب سے پہلے انھیں قزاق ہونے کا احساس ہوا، پھر مسلمان اور ترک ہونے کا۔ یہ احساسات ان کے ادب میں پوری طاقت کے ساتھ جلوہ گر ہوئے، خصوصاً انیسویں صدی میں۔ اس کے نتیجے میں قزاقستان کے اندر روسی استعمار کے خلاف بغض ونفرت کے جذبات پیدا ہوگئے، خاص طور سے ۱۹۵۰ء کے بعد۔ روس کا رویہ بھی ان کے سلسلے میں سخت ہوگیا۔ چنانچہ قزاقستان کے مسلمان ترک زیادہ دبائے اور قتل کیے گئے۔

(۴) جمہوریۂ تاجکستان

تاجکستان سویت یونین کی ماتحتی میں ۱۴ر دسمبر ۱۹۲۴ء کو وجود میں آیا۔ اس کے اندر غور نو بدخشاں، خوجنت اور دوسرے علاقے بھی شامل کیے گئے۔ یہ ملک ایک لاکھ بیالیس ہزار (۱،۴۲،۰۰۰) کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کا پایۂ تخت دوشنبہ ہے۔ ۱۹۷۹ء کی مردم شماری کے مطابق اس کے باشندوں کی تعداد اڑتیس لاکھ چھ ہزار (۳۸،۰۶،۰۰۰) ہے۔

تاجک قبیلہ کے لوگ مختلف ملکوں میں موجود ہیں۔ تاجکستان میں ان کی تعداد بائیس لاکھ سینتیس ہزار (۲۲،۳۷،۰۰۰) ہے۔ یعنی اس ملک کے ستّر (۷۷) فی صد لوگ تاجک ہیں۔ ازبکستان میں پانچ لاکھ نوے ہزار (۵،۹۰،۰۰۰) تاجک رہتے ہیں۔ تاجکستان میں

تاجک اٹھاون (۵۸) فی صد ہیں، ازبک بائیس (۲۲) فی صد، روسی دس (۱۰) فی صد، تتار دو(۲) فی صد اور قرغیز ایک فی صد ہیں۔ افغانستان میں تاجک چار ملین آباد ہیں۔ ان کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ تاجکی قبیلہ بہت قدیم ہے ۔اس کے علاوہ تاجکستان میں دوسرے قبائل بھی آباد ہیں۔بعض علاقوں میں کچھ ایرانی اثرات بھی پائے جاتے ہیں۔ کچھ شیعہ اسماعیلی بھی رہتے ہیں۔ الیاغنوبی نسل کے لوگوں کی تعداد چار ہزار ہے۔ یہ سنی حنفی ہیں۔ یہ ایرانی زبان سے قریب تر زبان بولتے ہیں۔التشاغا تابی، یہ ترکی نسل کے لوگ ہیں۔ ان کی تعداد ستر (۷۰) ہزار ہے، ان میں سے اکثر تاجک ہیں۔ ۱۹۷۹ء کی مردم شماری کے مطابق ستانوے (۹۷) فی صد لوگوں کی زبان تاجکی ہے، اسی لیے اسے ملک کی قومی زبان کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ اصلاً فارسی زبان ہے، جو روس کے اثرات کی وجہ سے ۱۹۳۹ء سے روسی حروف میں لکھی جاتی ہے۔ کچھ روسی الفاظ بھی اس زبان میں داخل ہو گئے ہیں۔

تاجک اور ازبک زیادہ تر سنّی حنفی ہیں۔ شیعہ فرقہ دوشنبہ اور لینن آباد میں پایا جاتا ہے اور اسماعیلی فرقہ کے لوگ غورنو بدخشاں میں موجود ہیں۔

مذہبی طور پر صوفیہ کا اثر زیادہ ہے۔ خاص طور سے نقش بندیہ اور قلندریہ سلسلے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ۱۹۴۳ء میں اٹھارہ (۱۸) مسجدیں کھلی ہوئی تھیں، ان کے علاوہ بہت سی مسجدیں بند کر دی گئی تھیں۔ بہت سے مقامات کو مقدس سمجھا جاتا ہے، جہاں لوگ زیارت کے لیے جاتے ہیں اور وہاں مذہبی زندگی نظر آتی ہے۔ سویت یونین کے تسلط کے دوران تاجکستان میں اسلام کے خلاف سرکاری طور پر حملے جاری تھے۔ خاص طور سے دوشنبہ اور لینن آباد میں ایسی یونی ورسٹیاں تھیں، جہاں الحاد کی تعلیم دی جاتی تھی۔ لینن آباد میں الحاد کے لیے ایک میوزیم کھولا گیا تھا۔ ۱۹۵۵ء میں جمعیۃ المعارف العلمیۃ کھولی گئی۔ اس میں اسلام کے خلاف تیرہ ہزار آٹھ سو (۱۳،۸۰۰) لکچر دیے گئے۔ ۱۹۵۹ء میں چالیس ہزار پانچ سو (۴۰،۵۰۰) لکچر اسلام کے خلاف دیے گئے۔ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۷۵ء تک تاجکستان میں ستر (۷۰) کتابیں اور پمفلٹس اسلام کے خلاف چھاپے گئے۔ ازبکستان کے بعد تاجکستان اسلام مخالف لٹریچر کی اشاعت کا بڑا مرکز تھا۔ اس سے بہ خوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ روس نے اپنی پوری طاقت اسلام کو مٹانے کے لیے

صرف کردی۔ اس نے مدارس اور مساجد بند کردیے اور اسلام کے خلاف وسیع لٹریچر تیار کیا۔ لیکن اس سے آزادی ملتے ہی الحمد للہ ہر ملک میں اسلام کی طاقت واپس آ گئی ہے۔ اگرچہ طویل عرصہ تک اسلام مخالف پروپیگنڈہ کے اثرات معاشرہ پر ضرور نظر آتے ہیں۔

تاجکستان میں ایرانی اور ترکی عناصر سرخ انقلاب کے بعد بھی باقی رہے۔ ترکستان میں تاجک قومیت کا احساس بڑھ گیا ہے۔ لوگ سمجھتے تھے کہ وہ ترکستانی اور مسلمان ہیں اور اب یہ دینی جذبہ پوری قوت کے ساتھ اُبھر آیا ہے۔

تاجک لوگوں کا ایران سے بھی تعلق ہے اور ترکی سے بھی۔ جب تک سرخ انقلاب قائم رہا، اسلام کے خلاف سرکاری طور پر آوازیں اٹھتی رہی، لیکن آزادی کے بعد مسلمانوں کے اندر اسلامی جوش اور حمیت پیدا ہوگئی ہے۔

(۵) جمہوریہ قرغستان

۱۹۲۴ء میں علاقہ قرہ (قرغیز) روس کی اشترا کی حکومت کا ایک جز قرار پایا اور فیڈرل حکومت میں اس کو شامل کردیا گیا۔ پھر ۱۹۲۵ء میں اس کا نام بدل دیا گیا اور اس کو روسی اشترا کیت کے سایے میں ایک جمہوریہ قرار دیا گیا۔

قرغستان کی آبادی پینتیس لاکھ تیس ہزار (۳۵۳۰،۰۰۰) ہے۔ یہ آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ قرغستان میں ازبک اور قرغیزی دونوں آباد ہیں، لیکن روسیوں کی نقل مکانی کی وجہ سے وہاں کے اصل باشندوں کی آبادی باون (۵۲) فی صد سے چالیس (۴۰) فی صد رہ گئی ہے۔ مگر قدرت کا کرشمہ دیکھیے کہ روسیوں کی آبادی کم بڑھتی ہے اور قرغزیوں کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے، یہاں تک کہ ۱۹۷۹ء میں ان کی آبادی باسٹھ (۶۲) فی صد ہوگئی۔ یہ تو شہروں کا حال ہے۔ ورنہ دیہاتوں میں قرغیزیوں کی آبادی چھیانوے (۹۶) فی صد ہے۔

قرغستان کے باشندوں نے اپنی قبائلی اور قومی خصوصیات کو پوری طرح سے باقی رکھا ہے۔ قرغیز خاندان بڑے بڑے ہوتے ہیں اور ان کی آبادی تیزی سے پھیلتی ہے۔ ایک دادا کی اولاد خونی رشتہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے قریبی تعلق رکھتی ہے اور پورا قبیلہ اپنی

روایتی زندگی کی پوری حفاظت کرتا ہے۔ قرغیز قبیلہ کے لوگ جن قبائل سے اپنا نسلی تعلق جوڑتے ہیں ان کو 'جناح ایمن' اور 'جناح ایسر' کہا جاتا ہے۔ اس اتحاد میں کل دس قبیلے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے ترکی قبیلے بھی قرغیز سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں ازبک، قرہ خلیق، قازق، بشکمیر اور کومیک وغیرہ ترکی قبائل شامل ہیں۔

قرغیز سب سنّی حنفی ہیں۔ اسلام یہاں سولھویں اور سترہویں صدی عیسوی میں پھیلا۔ اس سلسلے میں صوفیوں کی قابلِ قدر خدمات ہیں۔ نقش بندیوں نے بدھوں کے خلاف زبردست جدوجہد کی۔

شمالی قرغستان کے لوگ بڑے مذہبی ہیں۔ وہ سویت حکومت اور اشتراکیت کے سخت دشمن تھے۔ یہ لوگ تصوف میں بھی ممتاز ہیں۔ جنوبی قرغستان میں وادیٔ فرغانہ، اوش اور نارین نامی علاقوں کے لوگ اسلام کے قدیم ماننے والے ہیں۔ اسلام کی وہ شکل، جو تصوف نے پیدا کی ہے، اس کا چرچا یہاں بہت زیادہ ہے۔ ان علاقوں میں صوفیہ کے مزارات کثرت سے ہیں اوران پر بڑا اژدحام ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ تعداد میں متبرک مقامات وادیٔ فرغانہ میں ہیں۔

جغرافیہ کے لحاظ سے قرغستان دوسری قوموں سے الگ تھلگ ہے اور اس کی زبان میں الگ اور غیر ترقی یافتہ تصوف اور مذہبی شعور نے یہاں کے باشندوں کے اندر اپنی شخصیت کا احساس بڑھا دیا ہے، مگر ان کا مذہبی شعور قومی شعور پر غالب ہے۔

(۶) جمہوریۂ ترکمانستان

جمہوریۂ ترکمانستان ۲۷؍دسمبر ۱۹۲۴ء کو سویت یونین کے زمانۂ اقتدار میں تشکیل پائی تھی۔ اس کا پایۂ تخت عشق آباد ہے۔ ملک کا رقبہ چارلاکھ اٹھاسی ہزار ایک سو (۴،۸۸،۱۰۰) کلومیٹر ہے۔ اس کی آبادی ۱۹۷۹ء کی مردم شماری کے لحاظ سے ستائیس لاکھ پینسٹھ ہزار (۲۷،۶۵،۰۰۰) ہے۔

اسلامی روسی ملکوں میں سب سے زیادہ آبادی ترکمانستان کی بڑھی ہے۔ یہاں ترکمان اڑسٹھ (۶۸) فی صد، ازبک آٹھ (۸) فی صد، روسی بارہ (۱۲) فی صد اور بقیہ دوسری قومیں ہیں۔

ترکمانستان کے اٹھانوے (۹۸) فی صد باشندوں کی زبان ترکمانی ہے۔ یہاں کے

لوگوں کی اکثریت کاشت کار ہے۔ چھتیس (۳۶) فی صد لوگ شہروں میں رہتے ہیں۔ ترکمانیا ایک قبیلہ ہے، اس کے خصائص نے اس کی قومیت، زبان اور اجتماعی زندگی کے خدو خال کو سلامت رکھا ہے۔

ترکمانی زبان ترقی یافتہ ہے۔ وہ ایک ترکی لہجہ سے نکلی ہے اور ادبی زبان ہے۔ پہلے یہ عربی حروف میں لکھی جاتی تھی، پھر اس کو لاطینی حروف میں لکھا جانے لگا اور بالآخر روس نے اپنی سیاسی طاقت کے ذریعے اس کو روسی حروف سے بدل دیا۔ اب ترکمانی زبان اور دیگر زبانیں جو روسی استعمار کے اندر تھیں، روسی حروف میں لکھی جاتی ہیں۔

ترکمان کی غالب اکثریت حنفی اور سنی ہے، مگر ایک چھوٹا سا حصہ شیعی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ لوگ آذری ہیں، آذربیجان سے آکر بس گئے ہیں۔ اس علاقہ میں صوفیہ نے اسلام کو پھیلایا ہے۔ ان کے تین سلسلے یہاں پھیلے ہیں:

(۱) بزاویہ: اس سلسلہ کو مقامی طور پر صوفی احمد بزاوی نے پھیلایا، لہٰذا یہ سلسلہ ان کے نام کی نسبت سے بزاوی کہلاتا ہے۔ ان کا مزار جنوبی قزاقستان میں ہے۔ ان کی وفات ۱۱۶۶ھ میں ہوئی۔

(۲) کبراویہ: اس سلسہ کو نجم الدین کُبرا (۱۱۵۴-۱۲۲۱ھ) نے فروغ دیا۔ یہ سلسلہ انہی کے نام سے معروف ہے۔

(۳) نقش بندیہ: اس سلسلہ کا مرکز بخاریٰ ہے۔ اس کے اثرات ترکمانستان میں انیسویں صدی عیسوی میں ظاہر ہوئے۔ نقشبندی سلسلہ پورے عالم اسلام میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ بہت تاخیر سے ترکمانستان پہنچا۔

سوویت یونین کی اشتراکی حکومت نے اسلام پر بہت پابندیاں عائد کردی تھیں۔ تمام مساجد بند کردی تھیں اور ان کو میوزیم بنادیا تھا۔ اس دور میں ترکمانستان میں صرف چار جامع مساجد کھلی رہ گئی تھیں۔ ان میں سے دو مساجد جنوبی حصہ کے علاقہ 'ماری' میں تھیں۔ ایک جامع خواجہ یوسف بابا حمدانی، جو ولی یوسف بابا کی قبر کے پاس واقع ہے۔ یہ علاقہ مذہبی اعتبار سے بہت اہم تھا، اس لیے اس مسجد کو بند نہیں کیا گیا۔ دوسری جامع مسجد قریہ تلختن بابا میں ہے۔ وہ

جامع تلختن بابا کہلاتی ہے۔شمالی ترکمانستان میں بھی علاقہ تشاور میں دو (۲) مساجد عبادت کے لیے کھلی چھوڑ دی گئی تھیں۔ایک جامع شلمیکر، جو شہر تشاوز میں ہے اور دوسری جامع بلال بابا، جو شہر الیالی میں ہے۔

ترکمانستان میں تصوف نے اسلام کی جڑوں کو مضبوط کرنے میں مدد کی ہے۔لوگ بچوں کو بچپن ہی میں کسی پیر سے مرید کرادیتے تھے۔تجزیہ کرنے والوں نے ترکمانستان پر ستر (۷۰) برس تک روسی قبضہ کے باوجود بے دینی اور اشتراکیت کے ناکام ہونے اور اسلام کے زندہ رہنے کے چار اسباب بیان کیے ہیں:

۱۔ صوفیاء کی زبردست سرگرمیاں۔

۲۔ ترکانی قومیت اور اسلام میں اتحاد۔

۳۔ ازبک علماء کے اثرات۔

۴۔ ترکمانی زبان پر غورخان کے اثرات۔

آخر زمانہ میں تصوف کے سلاسل نے اپنا اثر دکھایا۔خصوصاً نقش بندی سلسلہ کا مشرقی ترکستان پر گہرا اثر پڑا۔ چار (۴) قبائل نے تصوف کے اثرات قبول کیے: (۱) قبیلہ 'اتا' (۲) قبیلہ خواجہ (۳) قبیلہ سید (۴) قبیلہ سیخ۔ یہ چاروں قبائل مذہبی طور پر مقدس تصور کیے جاتے تھے۔ ان صوفیوں نے ایک طرح سے متوازی اسلام قائم کردیا تھا۔صوفیوں کی قبروں پر میلے لگتے تھے،عرس ہوتے تھے۔ یہ مقامات عوام کی نظر میں مقدس تصور کیے جاتے تھے۔دور دور سے وہ ان کی زیارت کے لیے آتے تھے۔ دو (۲) مزارات خاص طور پر عوام کا بہت بڑا مرجع تھے۔ایک خواجہ یوسف حمدانی کا مزار، جو علاقہ خاری میں ہے اور دوسرا نجم الدین کبرا کا مزار، جو قریہ اورعوینش میں واقع ہے۔

ترکمانستان کے لوگوں نے اشتراکیت کے دور میں بار بار روس سے بغاوت کی ہے اور ان کو اس کی سزا بھی خوب دی گئی ہے،مگر روس ان کے اندر سے اسلامیت اور ترکیّت کے عناصر کو ختم نہیں کرسکا۔ترکمان روس کے بھی مخالف رہے ہیں اور ایران کی شیعیت کی بھی انھوں نے مخالفت کی ہے۔